تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

یہ اللہ تعالیٰ کے (مقرر کردہ) حدود ہیں ان سے آگے نہ بڑھو

التوریع عن فساد التوزیع

مفاسدِ چندہ

احتیاط و علاج

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ | ۱۸۶۳-۱۹۴۳ء

مقدمہ:

حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم جونپوری

بانی جامعہ ریاض العلوم گورینی

جمع و ترتیب

نجم العلماء حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہ

مدرس مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون (شاملی) یوپی

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

یہ اللہ تعالیٰ کے (مقرر کردہ) حدود ہیں ان سے آگے نہ بڑھو

التوریع عن فساد التوزیع

مفاسدِ چندہ

— احتیاط و علاج —

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ | ۱۸۶۳-۱۹۴۳ء

مقدمہ:

حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم جونپوری

بانی جامعہ ریاض العلوم گورینی

جمع و ترتیب

نجم العلماء حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہ

[illegible] خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع شاملی، یوپی

تفصیلات

نام کتاب —— مفاسدِ چندہ احتیاط وعلاج

جمع وترتیب —— نجم العلماء حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی

سنِ اشاعت —— ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۴ء

ناشر —— مرکز معارف حکیم الامت تھانہ بھون شاملی

زیرِ اہتمام —— مولانا اشرف علی تھانوی فاؤنڈیشن

رابطہ —— سید حذیفہ نجم تھانوی

9568780000 - 9675780000

ملنے کے پتہ

- ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون شاملی 9927031090
- کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور 9927164925
- مکتبہ مدنیہ دیوبند 9897915323

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY

Khanqah Ashrafiya Thana Bhawan 247777

Distt. Shamli, U.P.

email: hakeemulummatacademy@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ!

اِس دَورِ فتن میں جہاں بے انتہا فتنے رونما ہیں، ان میں سے ایک عظیم فتنہ یہ ہے کہ بعض چیزیں جو شریعت میں جائز ہیں اور اہلِ اسلام اس کو ایک دینی اور اسلامی چیز سمجھ کر کرتے ہیں؛ مگر ان میں حدودِ شرعیہ کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے وہ معصیت اور واجبِ ترک بن جاتے ہیں، منجملہ ان کے چندہ کی وصولی کا مسئلہ کہ وہ فی نفسہٖ مستحسن ہے؛ مگر اس میں اِس زمانہ میں بے شمار مفاسد پیدا ہوگئے ہیں؛ اِس لیے ضرورت ہوئی کہ اس کے مفاسد واضح کیے جاویں اور احکام وحدود بتائے جائیں۔

الحمدللہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق بخشیں۔

بندہ عبدالحلیم عفی عنہٗ
ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی
پوسٹ کھتیاسرائے ضلع جون پور

مفاسدِ چندہ

احتیاط وعلاج

سیّد نجم الحسن تھانوی

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے استغنا کے واقعات میں لکھا ہے کہ اپنی ذات کا ذکر ہی کیا مدرسہ وغیرہ کسی دینی کام میں چندہ تک کے لیے شخصی تخاطب کے روادار نہ تھے، بس زیادہ سے زیادہ عمومی اعلان واطلاع کو جائز رکھتے تھے، وعظوں میں بھی چندہ کی تحریک سے ابتدا ہی سے احتراز کیا۔

مدرسہ فیض عام کانپور کی مدرسی سے علٰیحدگی کا بڑا سبب یہی ہوا کہ علماء ومدرسین کے لیے چندہ مانگنے کے کام کو بہت ناپسند فرماتے کہ اس غرض اور دباؤ کی بدولت وہ آزادی اور استغناء کے ساتھ احکام کی تبلیغ نہ کرسکیں گے۔ (جامع المجددین)

اور فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کے لیے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے خلط کریں......ہم نے اپنے اکابر کو نہیں دیکھا کہ وہ امراء کے ملنے سے خوش ہوتے ہوں؛ بلکہ منقبض ہوتے تھے۔

آج کل علماء کی یہ حالت ہے کہ اُمراء میں گھستے ہیں، دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، جہاں کوئی بیمار ہو عیادت کو دوڑے، کہیں ختم پڑھواتے ہیں، غرض ان کے خوشامدی بنتے ہیں۔ حضرت مولانا رائے پوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو امیر خود رجوع ہو اُس سے اخلاق

سے پیش آئے اور جو خود رجوع نہ کرے اُس کی طرف نہ دوڑے۔ (حسن العزیز)

مَیں اُمراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا، تملق کو منع کرتا ہوں، علماء کو خصوصیت کے ساتھ اسی سے اجتناب کی ضرورت ہے اور یہ اِس وجہ سے کہ دین اور اہلِ دین کی تحقیر نہ ہو۔

(آپ بیتی:۶، حضرت شیخ الحدیث بحوالہ الافاضات الیومیہ)

ایک مرتبہ فرمایا کہ: ان مدارسِ دینیہ کا وجود بھی ضروری ہے اور ان کا بقاء بھی چندہ پر موقوف ہے (مگر چندہ جمع کرنے میں آج کل بے شمار خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ چندہ جمع کرنے والے علماء کا وقار مجروح ہوتا ہے، جو عوام کے لیے زہر ہے۔ پھر چندہ کرنے والے حضرات بھی اکثر محتاط نہیں ہوتے، ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ دینے والا شرما شرمی کچھ دے نکلے، اُس کا اخلاص ختم ہوا، اِن کے لیے ایسا چندہ لینا جائز نہیں)؛ اِس لیے مناسب صورت یہ ہے کہ چندہ کی تحریک عام کی جائے اور خطابِ خاص سے پرہیز کیا جائے اور خطابِ خاص صرف اُس صورت سے جائز ہے کہ خطاب کرنے والا کوئی بااثر شخصیت کا مالک نہ ہو جس کے اثر سے مغلوب ہو کر لوگ چندہ دینے پر مجبور ہو جاویں۔ (مجالس حکیم الامتؒ)

اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود بانیٔ دار العلوم ہونے کے چندہ کے واسطے کبھی اُمراء کی خوشامد گوارہ نہ کرتے تھے۔ اِسی طرح حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ مدرسہ کے مصالح کے پیشِ نظر ہونے کے باوجود کبھی کسی سے چندہ حاصل کرنے کے لیے نہ ملتے تھے۔ (جدید ملفوظات)

فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قلمی گرامی نامہ مکاتیب رشیدیہ کے آخر میں تحریر ہے، جس کو مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام، جب کہ وہ مخالفین کی وجہ سے کچھ پریشان تھے، تحریر فرمایا تھا، اُس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ: میرے عزیزو! تم کیوں پریشان ہوتے ہو، مدرسہ مقصود نہیں، رضامندیٔ حق جل وعلا

مقصود ہے اور اس کے بہت طرق ہیں، مجملہ ان کے ایک مدرسہ بھی ہے، اگر مدرسہ رہے کام کیے جاؤ اور اگر نہ رہے کسی اور جگہ بیٹھ کر کام کرلینا۔ انتہیٰ (جدید ملفوظات)

اور فرمایا کہ: مولانا مبارک علی صاحب (سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے یہ شکل پیش کی کہ مدارسِ اسلامیہ کے لیے چندہ جمع کرنے میں بہت سے منکرات پیش آتے ہیں۔ لوگوں میں علم وعلماء کی تحقیر پیدا ہوتی ہے وغیر ذٰلک۔ حضرت (دیوبندیؒ) نے فرمایا کہ: چندہ کرو؛ مگر غریبوں سے کرو۔ حضرت حکیم الامتؒ نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح علاج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ غریب لوگ چندہ جمع کرنے والے علماء کو حقیر نہیں سمجھتے، تعظیم کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں اُن پر بارِ خاطر بھی نہیں ہوتا، خوش دلی کے ساتھ دیتے ہیں، جس میں برکت ہی برکت ہوتی ہے؛ مگر اِس پر یہ سوال ہوگا کہ غریبوں سے چندہ ملے ہی گا کتنا؟ مقدارِ چندہ بہت گھٹ جائے گی؛ مگر یہ خیال اوّلاً تو یوں غلط ہے کہ دنیا میں ہمیشہ غریبوں کی تعداد زیادہ مالداروں کی کم رہی ہے، اگر سب غریب آدمی ایک ایک آنہ دینے لگیں تو لاکھوں کی رقم جمع ہوجائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر فی الواقع چندہ کم وصول ہو تو کام کو اسی پیمانہ پر کرو، زیادہ نہ بڑھاؤ، کیا ضروری ہے کہ قدرت سے زیادہ بار اُٹھایا جائے۔ (مجالس حکیم الامت)

آج کل مدارس کی حالت سوائے معدودے چند کے بس اِس شعر کا مصداق ہے۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل
واندروں قہر خدائے عز وجل

اکثر یہ ہوتا ہے کہ فلاں کام سے مدرسہ کے چندہ میں کمی ہوجائے گی، عوام بدظن ہوجائیں گے، فلاں رئیس صاحب چندہ بند کردیں گے، چاہے خدا اور رسول کے احکام کی کتنی ہی نافرمانی ہوجائے؛ مگر عوام کے خلاف نہ ہو۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تُو میروی بہ ترکستان است

مہتممین اور منتظمین کی ظاہری حالت سے یہ ہی پتہ چلتا ہے کہ بس مدرسہ سے عزت وجاہ مقصود ہے؛ کیوں کہ مدرسہ نہ رہا تو اہتمام وحکومت جاتی رہے گی۔

جب مدرسہ کا اجراء اشاعت دین ورضائے خدا ورسول کے ہو رہے تو اس سے آگے قدم نہ بڑھانا چاہیے، حق غالب ہے؛ کیوں کہ اس کی شان ہے ”اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَایُعْلٰی“ دل میں یہ پختہ نیت کرلو کہ جب تک یہ کام حدودِ شرعیہ کے تحت میں رہے (جس سے رضائے خداوندی حاصل ہوتی ہے اور مقصود بھی یہی ہے) تو کریں گے اور جس دن ایسا نہ رہا اسی دن چھوڑ دیں گے (کیوں کہ اب مقصود فوت ہوگیا) قاعدہ ہے ”إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ“ (جدید ملفوظات) جب خدا ورسول کی رضامندی ہی حاصل نہ ہوئی تو مدرسہ کا وجود اور عدمِ وجود سب برابر ہے؛ بلکہ بعض اعتبارات سے عدم ہی بہتر ہے، حسبِ ارشاد ومرشدی (یعنی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ) کہ دنیا کے لباس میں دنیا حاصل کرنا اتنا مضر نہیں جتنا دین کے پردوں میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے۔ (جدید ملفوظات)

خود دین کے کام کو بے دینی کی راہوں سے کرنا کیسی بے اُصولی ہے؛ لیکن اس فہم کا کیا علاج کہ مدرسہ کا نفسِ بقا ایسا مقصود بالذات بنالیا جاتا ہے کہ بس وہ کسی طرح نہ ٹوٹے خواہ دین اور اس کے اُصول پاش پاش ہوجائیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے موقعہ پر بے دھڑک فرمادیتے کہ:

”مدرسہ رہے نہ رہے؛ لیکن کام تو اُصول ہی سے ہوگا“۔

ایک مہتمم صاحب کا خط آیا، لکھا کہ خرچ بڑھا ہوا ہے اور آمدنی (کافی) نہیں، سخت پریشانی ہے، فرمایا کہ مَیں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کی وحی تو نہیں ہوئی کہ فلاں خاص پیمانہ پر مدرسہ ہو تو مدرسہ کہلائے گا؛ ورنہ نہیں، ارے بھائی! کام کم کردو، خرچ خود کم ہوجائے گا

اور اگر بالکل ہی آمدنی نہ ہوتو مدرسہ بند کردو، کوئی فرض نہیں واجب نہیں، ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا اختیاری نہیں؛ مگر خرچ کم کردینا اختیاری ہے۔ (جامع المجددین)

ایک سلسلۂ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ: دین کو بالکل مستغنیانہ شکل سے رکھنا چاہیے۔ ایک دفعہ ریاست رام پور میں ایک مدرسہ کے لیے چندہ کی تحریک ہوئی۔ ایک بزرگ تحریک کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، ایک سبک طریقہ سے حاجت بیان کی، وہ اِس طرح کہ اسلام کی مثال اِس وقت ایک بیوہ عورت کی سی ہے، جس کے وارث نہ ہوں اور وہ چاروں طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتی ہے کہ کون اس کی دست گیری کرنے والا ہے اور ایسے میں جو ذرا مدد کرے وہ اس کو غنیمت سمجھتی ہے۔ پٹھانوں پر اِس مضمون کا کوئی بھی اثر نہ ہوا، اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور مَیں نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ اسلام بیوہ ہو، اسلام اسی آب وتاب کے ساتھ موجود ہے جیسے تھا، ہزار دفعہ غرض پڑے دو؛ ورنہ اپنے گھر میں رکھو، اسلام کو تمہاری ضرورت نہیں ہے، اگر تم اعراض کروگے تو خدا تعالیٰ دوسری قوم پیدا کرے گا کہ وہ اس کی خدمت کرے گی؛ چناں چہ قرآن شریف میں ہے:

﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾

(سورۂ محمد، پارہ:۲۶)

''اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدائے تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے''۔

مَیں نے کہہ دیا کہ ناک رگڑ کردوگے تو لیا جائے گا؛ ورنہ نہیں۔ اِس پر پٹھانوں نے کہا کہ جی ہاں! جی ہاں! اسلام کوئی محتاج ہے؟ اور خوب دیا۔ (حسن العزیز)

مَیں سہارنپور کے جلسہ میں جب اوّل بار گیا ہوں وہاں چندہ کی تحریک اِس طرح کی، مَیں نے کہا یہ ظاہر ہے کہ دین کی اشاعت ہونی چاہیے، باقی طریقہ کیا ہے؟ سو اہل الرائے نے اس کا طریقہ یہ تجویز کیا ہے کہ ایک مجمع ہو طلبہ کا اور مدرس ہوں اور ایک درس گاہ ہو اور

اُس میں یہ یہ باتیں ہوں، یہ ایک آسان صورت تجربہ سے ثابت ہوئی ہے، اگر یہ صورت آسان ہے اور قابل اختیار کرنے کے ہے، تو اس کو رکھو۔ اور اگر کوئی دوسری صورت ہے تمہارے نزدیک (تو) تمہیں اختیار ہے، اس کے بعد کوئی صاحب اس کے منتظر نہ رہیں گے کہ ان سے چندہ مانگا جائے گا اور اگر یہی آسان صورت ہے جس کو اختیار کر رکھا ہے اور یہ ٹوٹ گئی تو مدرسہ ٹوٹنے کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا، یہ تو آخرت کا ضرر اور دنیا کا ضرر یہ کہ اگر یہ صورت نہ رہی، تو علماء فارغ نہ رہیں گے، وہ کوئی اور شغل کرلیں گے۔ تعلیم دین کی نہ کرسکیں گے، جس کا انجام تمہاری نسلوں کے لیے یہ ہوگا کہ وہ یہودی ہوجائیں گے یا نصرانی ہوجائیں گے، بس اپنی نسلوں کا نقصان دیکھ لو کہ کیا کچھ ہوگا، اس کو دیکھ کر ہمیں تحریک کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ کام تو تمہارا اور بھیک مانگیں ہم، ہمیں کیا غرض پڑی ہے؟ مَیں نے جو یہ کہا تو اِس جلسہ میں ایک شخص نے جو منکر اور مخالف تھے علماء کے اور علماء کی طرف سے بدظن تھے، وہ دس روپے مدرسہ میں دینے کو لائے تھے، یہ سُن کر اُنہوں نے چالیس روپے کسی سے قرض لے کر کل پچاس روپے دیے اور اس کے بعد باہر آ کر کہا کہ: واللہ! آج میرا وسوسہ دُور ہوا، مَیں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ یہ سب باتیں علماء نے اپنے کھانے کمانے کو کر رکھی ہیں، اب مَیں سمجھا یہ لوگ کام کر رہے ہیں۔ (حسن العزیز)

(اس کے بعد حضرت والا نے حاضرین سے فرمایا کہ) چاپلوسی نے ناس کر دیا ہے دین کا، بس یوں جی چاہتا ہے کہ دین کی عزت میں فرق نہ ہو۔ (پھر فرمایا کہ) مَیں ڈھاکہ گیا تھا، اپنے خاص مدارس کے مہتمم صاحبوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہاں چندہ کی تحریک کرنا، مَیں نے وہاں جا کر نواب صاحب سے اِس بارے میں خود کچھ نہ کہا، انھوں نے ایک دفعہ خود ہی پوچھا کہ ہمارے یہاں مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارن پور سے سالانہ روئداد آتی ہے، یہ مدرسے کیسے ہیں؟ مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں اور زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا، صرف اتنا کہتا ہوں کہ یہ مدرسے ایسے ہیں جیسا کہ مدارسِ دینیہ کو ہونا چاہیے۔

نواب صاحب مدرسہ سہارن پور و دیوبند کے لیے مجھ کو دینے لگے، مجھ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے بھی عار آئی؛ مگر ان کے سمجھانے کو مَیں نے کہا کہ بڑی دُور کا سفر ہے، کبھی راستہ میں ضائع ہو جائے؛ اِس لیے مَیں لینا نہیں چاہتا، مَیں نے اتنا بھی گوارا نہیں کیا کہ خود لے جاؤں؛ چناں چہ انھوں نے میرے سامنے بیمہ بنوایا اور بھیج دیا۔ (حسن العزیز)

مَیں تو کہا کرتا ہوں کہ جیسے اُمراء سے کہنے کے لیے موقعے کے منتظر رہتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ میاں کا مزاج اِس وقت کیسا ہے، آیا کہنے کا موقع ہے یا نہیں، ان کا انتظار کیوں کرے، اپنے محبوبِ حقیقی سے کیوں نہ کہے، کسی رئیس کا منھ کیوں دیکھے، محبوبِ حقیقی کا منھ کیوں نہ دیکھے، غیرت بھی کوئی چیز ہے، اگر کوئی ہماری تحریک سے اور دباؤ ڈالنے سے امداد کرے تو گویا اُس کے مقصود ہم ہوئے، پھر خلوص کہاں رہا؛ البتہ بعض لوگ ایسے مذاق کے بھی ہیں کہ اگر ان سے کہہ بھی دیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

چناں چہ ایک مرتبہ تھانہ بھون کی جامع مسجد کے چندہ کی تحریک کی گئی، قریب موضع ہے، وہاں ایک رئیس ہیں، وہ بھی تھے، انھوں نے دیا بھی اور یہ بھی کہا کہ ایسے موقعوں پر ہمیں بھول نہ جایئے، ہمیں شریک کر لیا کیجیے، تو ایسے مذاق کے لوگ بھی ہیں۔ سو ایسی جگہ کہنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ اُن کی تو خود درخواست ہے۔

ایک اور قصہ یاد آیا، وہ یہ کہ جامع مسجد کیرانہ کا مقدمہ تھا، نالش کے لیے بڑے چندہ کی ضرورت تھی، چندہ جمع کرنے کو ایک عہدیدار ایک گاؤں میں پہنچے، اُن کے ساتھ اور بڑے بڑے لوگ بھی تھے۔

چناں چہ گاؤں والوں نے کہا کہ ہم باہم مشورہ کر لیں، انھوں نے سمجھا کہ اچھا ہے مشورہ کر کے بہت بڑی رقم دیں گے؛ چناں چہ بعض گاؤں والوں نے تھوڑی رقم تجویز کی، ایک اُن میں سے بولا کہ ارے بڑے بڑے لوگ مانگنے آئے ہیں، بھلا پچاس روپئے تو ہوں۔

خیر صاحب! پچاس روپئے جمع کر کے دیے، یہ بڑے خوش ہوئے؛ مگر حضرت کو یہ

معلوم نہیں کہ ''لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ'' کہ بدون خوش دلی کے کسی مسلمان کا مال لینا حلال نہیں، یہ کیا خوشی کی بات تھی جبکہ ناجائز طریقہ سے ملا۔ (حسن العزیز) مدرسہ وخانقاہ کے لیے بھی اُسی طرح کی احتیاط واستغناء کا معمول تھا۔

ایک صاحب نے مدرسہ کے لیے غالباً دوسو روپے بھیجے وصول فرمالیے، پھر دوسرے سال جب بھیجنے کو لکھا کہ معمول کے موافق روپیہ بھیجتا ہوں؛ لیکن سالِ گزشتہ کی طرح اِس مرتبہ بھی رسید نہ آئی، تو آئندہ بند کردوں گا، منی آرڈر وصول نہیں فرمایا اور تحریر فرمایا کہ تم آئندہ سال سے بند کروگے، ہم اِسی سال سے ہی بند کرتے ہیں۔ (حکیم الامت اکابر کی نظر میں)

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر کہ یہاں مدرسہ میں روپیہ وغیرہ دینے سے رسید دی جاتی ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ: یہاں کوئی رسید نہیں دی جاتی، یہاں تو یہ ہے کہ جس کا جی چاہے دو اور جس کا جی نہ چاہے مت دو، رسید کا اہتمام تو جب کریں جب ہم خود مانگتے ہوں، ہم جب مانگتے نہیں تو کیوں جھگڑا کریں، ہمیں تو براءت عنداللہ چاہیے، تقلیل تعلقات میں بڑی راحت ہے؛ ورنہ ایک تعلق سے دوسرا پیدا ہوتا ہے، دوسرے سے تیسرا، پھر سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

دو بھائی تھے، ایک بادشاہ، دوسرا فقیر، فقیر لُنگی باندھے پھرا کرتے، ایک روز بادشاہ نے بلاکر کہا کہ بھائی مجھ کو تمہارے اِس حال سے لوگوں کے روبرو بڑی غیرت آتی ہے، تم پاجامہ تو پہنو، اچھی طرح رہو، وہ بولے مجھ کو انکار نہیں؛ مگر پاجامہ کے ساتھ کُرتا بھی ہو، بادشاہ بولے کرتے بہت، وہ بولے پھر کُرتے کے ساتھ ٹوپی بھی ہونی چاہیے، بادشاہ نے کہا ٹوپی بھی بہت، وہ کہنے لگے پھر گھوڑا بھی سواری کو ہونا چاہیے، اُس نے کہا کہ گھوڑے بھی بہت، فقیر نے اِس طرح سلسلہ وار بہت سی حوائج کی ضرورت بیان کی، بادشاہ نے کہا کہ سب چیزیں موجود ہیں، آپ چلیے، حتیٰ کہ تختِ سلطنت بھی حاضر ہے۔

شاہ صاحب کہنے لگے کہ مَیں پاجامہ ہی کیوں پہنوں جس کے لیے اتنے جھگڑے کرنا

پڑیں، اِسی طرح یہاں کا قصہ ہے کہ ہم مانگیں ہی کیوں، جس کے لیے رسید وغیرہ کے قصے کرنے پڑیں۔

فرمایا کہ یہ مدرسہ نہایت آزادی کے ساتھ شروع ہوا تھا، اِس طرح سے کہ ایک یادداشت لکھی اور اُس کے لے جانے کو کون تجویز ہوا، ایک بھنگی کا لڑکا کہ مسلمان ہوگیا تھا؛ مگر بعد مسلمان ہونے کے بھی لوگ اُس کو ذلیل ہی سمجھتے تھے اور بھنگی کا سا برتاؤ کرتے تھے، غرض سب میں سب سے ادنیٰ آدمی کو تجویز کیا، جس کی کوئی وجاہت ہی نہ ہو، ایک کاغذ پر لکھ کر اُس کو دے دیا کہ یہاں ایک مدرسہ قائم ہوا ہے، جن صاحبوں کو شریک ہونا ہو تو وہ اپنے قلم سے اپنا نام اس کاغذ پر لکھ دیں اور کوئی جبر ہے نہیں، جو رقم جناب کو خوشی سے دینا ہو وہ لکھ دیں اور اس لڑکے سے کہا کہ سب جگہ ہو آؤ، جو جواب دیں ہم سے آکر مت کہنا اور کوئی بات وہاں کی یہاں آکر نقل نہ کرنا، نہ یہاں کی کوئی بات وہاں کہنا۔

چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ اِس صورت میں جو صاحب پانچ روپیہ ماہوار دے سکتے تھے اُنھوں نے پانچ روپیہ سال بھی تو نہ لکھے؛ مگر یہ چندہ بالکل حلال تھا، غرض یہ مدرسہ اِس طرح شروع ہوا، پھر باہر سے آمدنی ہونے لگی۔ ایک شخص ایک دفعہ یہاں آئے، یہاں کے قاری صاحب سے اُنہوں نے کلام اللہ سُنا، تنخواہ پوچھی، تنخواہ بتلائی گئی کہ دس روپے ہیں، وہ بولے دس روپئے بہت کم ہیں اور دو روپئے نکال کر دیے اور کہا کہ دو روپئے مَیں دے دیا کروں گا، مَیں نے کہا اِس میں دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی یاد نہ دلاوے گا، آپ خود ہی بدوں یاد دلائے بھیجیں گے، دوسرے یہ کہ جب آپ کی طبیعت چاہے موقوف کردیجیے، جب آپ کا جی اُترے فوراً موقوف کردیجیے۔ اور مَیں نے قاری صاحب کو بلا کر کہا لو یہ دو روپے؛ مگر آئندہ توقع مت رکھو، کہ وہ دو روپے اور ملا کر دیں گے، تنخواہ تمہاری دس ہی روپے ہے۔

ایک ہمارے ہم وطن ہیں بھوپال میں، انھوں نے خود استدعا کی کہ مدرسہ کے لیے

مجھ سے بھی کچھ لے لیا کیجیے، بڑی آرزو ظاہر کی؛ مگر اِس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مَیں کثیر التعلقات ہوں، اگر خط سے یاددہانی کر دیا کیجیے تو اچھا ہو، شاید ایسے بھول جاؤں، مَیں نے کہا کہ اچھا؛ مگر ایک وعدہ کیجیے کہ جب کبھی طبیعت پر گرانی ہو تو بے تکلف موقوف کر دیجیے، مَیں نے اُن سے قسم لی اور مَیں نے کہا کہ اب خط بھیج دیا کروں گا۔

چناں چہ مَیں خط بھیج دیا کرتا، پھر ایک دفعہ اُنھوں نے لکھا کہ اب ہمیں گرانی ہے؛ اِس لیے موقوف کرتا ہوں، بس موقوف کر دیا، انھوں نے بے تکلف لکھ دیا، جو ایسے مخلص شخص ہوں تو اُن کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں؛ مگر دیکھ لیجیے کہ ایسے آدمی کتنے ہیں، ہزاروں میں دو ایک نکلیں گے۔ (حسن العزیز)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: خدا کے سوا کسی پر نظر کیوں رکھے، اِسی کے واسطے تو بتلایا کہ ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے) جس زمانہ میں خلافت کا بہت زور شور تھا اور مجھ سے خانقاہ غصب کرنے کی تجویز ہو رہی تھی، تو اُس وقت راندیر میں ایک شخص نے مرنے کے وقت چار ہزار اٹھائیس روپے کی یہاں کے مدرسہ کے واسطے وصیت کی تھی، اُن وارثوں نے مجھے لکھا کہ چوں کہ اِس وصیت میں حساب گورنمنٹ کے متعلق کیا گیا ہے؛ اِس لیے آپ عدالت میں سب رجسٹرار کے سامنے وصول رقم کا اقرار کرلیں، مَیں نے لکھا کہ سب رجسٹرار کے سامنے گو ہم اپنی ضرورتوں سے جاتے ہیں؛ مگر اِس معاملہ میں ہم جانا پسند نہیں کرتے، پھر لکھا کہ اچھا تم اپنے یہاں کے کسی مجسٹریٹ کے سامنے تصدیق کر دو، مَیں نے اِس سے بھی عذر لکھا، پھر لکھا کہ اچھا ہم کیا کریں؟ مَیں نے لکھا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو، علماء سے استفتا کرالو اور پورا واقعہ لکھ دو، جو وہ کہیں اُس پر عمل کرو، پھر انھوں نے لکھا کہ اچھا اپنے یہاں کے دو طالبِ علموں ہی کی تصدیق کرادو، مَیں نے اِس کو منظور کرلیا، اُنہوں نے رقم بھیج دی، اتفاق سے اُس وقت خواجہ صاحب اور ایک سندھ کے رہنے والے جج میرے یہاں مہمان تھے، مَیں نے اُن کی تصدیق کرادی،

تو مَیں تو مدرسہ کے لیے بھی ایسی ذلت برداشت نہیں کرتا۔ (جدید ملفوظات)

نیز فرماتے کہ: غرباء کے دینے میں برکت ہے، جاگیر وغیرہ جو مدارس میں وقف ہوتی ہے اُس میں برکت نہیں ہوتی؛ چناں چہ فلاں جگہ مدرسہ کی حالت اچھی نہیں؛ حالاں کہ اس کے متعلق بڑی ریاست وقف ہے؛ مگر آج تک کوئی نتیجہ نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ بہت بڑی جائداد وقف ہے اس مدرسہ میں؛ مگر آج تک کوئی طالبِ علم فارغ ہوکر نہیں نکلا، مجھے بھی ایک جائداد کا متولی کرتے تھے جو مدرسہ تھانہ بھون کے لیے وقف تھی، میرا نام متولی لکھوادیا تھا، مَیں نے اپنا نام عدالت میں درخواست دے کر کٹوادیا، مَیں اِسی برکت اور بے برکتی کے سبب یہ رائے دیا کرتا ہوں کہ چندہ میں دو چار غریبوں کے پیسے بھی شامل کرلیے جائیں برکت ہوتی ہے۔ (حسن العزیز)

فرمایا کہ: میرے یہاں اِتنا بچاؤ ہے سوال سے کہ مدرسہ کے بارے میں بھی سوال کی صورت اختیار نہیں کی جاتی؛ بلکہ مَیں تو کہہ دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ نہیں ہے، اِس کو خانقاہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ مدرسہ آج کل اُسے کہتے ہیں جس کا باقاعدہ انتظام ہو، چندہ کی تحریک کی جاتی اور باقاعدہ رسید دی جاتی ہو اور یہاں اِن باتوں میں سے ایک بھی نہیں؛ اِس لیے اس کو مدرسہ ہی کہنا ٹھیک نہیں، یہاں تو یہ حالت ہے استغنا کی کہ ایک دفعہ ایک شخص نے مدرسہ میں کچھ بھیجا اور طالبِ علموں سے دعا کرانی چاہیے، مَیں نے منی آرڈر واپس کردیا اور لکھ دیا کہ یہاں دعا کی دوکان نہیں کہ روپیہ دو اور اُس کے عوض دعا کی درخواست کرو۔ مَیں تو لکھ دیتا ہوں کہ جب تم دے کر دعا کے طالب ہوئے تو تم نے خلوص سے نہیں دیا؛ چناں چہ قرآن شریف میں ہے:

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

(سورۂ دہر، پارہ:۲۹)

’ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لیے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے بدلہ

چاہتے ہیں اور نہ شکریہ (چاہتے ہیں)''۔

مَیں کہتا ہوں اِس کی فرمائش ہی نہیں چاہیے، ہاں! لینے والے کا کام ہے کہ وہ خود ہی دعا کرے گا، تمہاری طرف سے خواہش کیوں ہو۔ میرے لکھنے پر اُن صاحب نے لکھا کہ رقم مدرسہ میں لے لو، اب مَیں دعاء کا طالب نہیں۔ واقعی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نفی فرمائی ہے ارادۂ جزاء وشکور کی اور دعا بھی ایک قسم کی جزاء یا شکور ہے؛ کیوں کہ دعاء سے مکافات کرنا یہ عوض ہے، پس یہ بھی جزا ہے حکماً۔ اور ''وَلَا شُكُوْرًا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ شکریہ بھی نہیں چاہیے، پس دینے والا اِس کی درخواست نہ کرے، ہاں! وہ (لینے والا) خود دعا کرے گا؛ کیوں کہ اُس کو حکم ہے دعا کرنے کا؛ چناں چہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ صَلِّ یعني اُدْعُ؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ لے کر فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ آلِ أَبِيْ أَوْفٰى'' اور صیغۂ صلاۃ کا قرآن شریف میں جس طرح امر تھا اُسی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیل فرمائی، پس ادب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ دینے والا تو منتظر نہ رہے جزاء کا؛ لیکن لینے والا خود شکریہ ادا کرے۔ سبحان اللہ! کیا اچھا اثر ہے اس کا، کیسی اچھی تعلیم ہے اُس کو (یعنی دینے والے کو) تو منع کر دیا کہ جزاء کے طالب مت ہو اور اُس کو (یعنی لینے والے کو) حکم کر دیا کر دیا کرو (کہ دینے والے کے حق میں دعا کرے اور شکریہ ادا کرے؛ مگر دعا تو عام ہے اور شکریہ خاص اُسی وقت ہے جب کوئی اُس کے ساتھ احسان کرے) اِسی لیے مَیں نے ''موتمر الانصار'' کے جلسے میں کہہ دیا تھا کہ جو لوگ چندہ دیتے ہیں ہم اُن کا شکریہ ادا نہ کریں گے، جسے شکریہ کا انتظار ہو وہ نہ دے۔

اگر کوئی ہمارے ساتھ احسان کرے تو شکریہ کا منتظر ہو، تم ہمیں تھوڑا ہی دیتے ہو، تم تو مدرسہ میں دے رہے ہو، ہمارے اُوپر کیا احسان ہے؛ بلکہ محسن تو ہم ہیں کہ ہم روپیہ کا حساب کتاب بھی رکھتے ہیں، دین کا کام تمہارے قائم مقام ہو کر کرتے ہیں، سو قتیں

اُٹھاتے ہیں، دعا کرتے ہیں۔ مَیں نے کہہ دیا کہ اگر شکریہ کے طالب ہو تو رکھو جیب میں، ہم تم سے نہیں مانگتے۔ (حسن العزیز)

فرمایا کہ: اکثر جگہ اب تو ہم لوگوں کو حرام وحلال کی بھی تمیز نہیں رہی۔ مسلمان ذلت خود اپنے ہاتھوں خریدتے ہیں، یہ حالت ہے کہ جہاں روپیہ اُن کو دکھایا جو چاہے کام لے لو، اکثر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ خوف کا مقابلہ تو کر لیتے ہیں؛ مگر طمع کے مقابلہ میں ذرا نہیں ٹھہرتے اور عوام تو عوام جو علماء کہلاتے ہیں وہ پھسل پڑتے ہیں، جب اُن کی یہ حالت ہے تو عوام الناس کو کیا کہا جائے، جب کہ نام کے علماء ہزار تاویلیں کر کے حرام کو حلال کر لیتے ہیں۔ مَیں ایک قصہ بیان کرتا ہوں:

ضلع سہارن پور میں آبھا ایک گاؤں ہے، وہاں ایک پٹھان مر گئے تھے، اُن کی ایک بی بی تھیں اور نابالغ بچیاں تھیں کہ اُن کا ترکہ تھا، بی بی نے اُس میں سے کپڑے نکال کر یہاں مدرسہ میں بھیجے، مَیں نے واپس کر دیے اور لکھ دیا کہ ترکہ میں حصہ لڑکیوں کا بھی ہے؛ اِس لیے قبل تقسیم ہم نہیں لیتے: البتہ جتنا حصہ اُن لڑکیوں کا اِن کپڑوں میں ہو اُس کے بدلہ میں اگر اُن کو دوسری چیزیں دے دو؛ تاکہ کپڑے تمہاری مِلک ہو جائیں پھر تم مدرسہ میں دینا چاہو تو دے سکتی ہو۔

انھوں نے اس کو بکھیڑہ سمجھ کر رکھ لیا، وہاں ایک مولانا آئے متبع سنت، اُن کے وہاں مُرید بھی تھے، اُن کے سامنے وہ چیزیں پیش کر دیں اور یہ قصہ بھی اُن سے بیان کر دیا؛ مگر اُنھوں نے بے تکلف لے لیا اور یہ تاویل کی کہ آخر یہ اتنا تو یہ بیوہ، لڑکیوں کو شادی میں اُن کو دے ہی دے گی۔ (حسن العزیز)

اِسی طرح کا ایک واقعہ لکھنؤ کا ہے، وہ یہ کہ ایک رنڈی کے پاس کچھ جائداد تھی، اُس نے ایک مولوی صاحب کو دینا چاہا، جن کو کسی جگہ سے کچھ مختصر آمدنی بھی تھی، جو اُن کے خرچ کو کافی بھی نہ ہوتی تھی، اُن کے یہاں فاقہ بھی ہو جاتا تھا، اُنھوں نے انکار کر دیا، پھر ایک

اصلاحِ عام کے ذمہ دار مدرسہ میں پیش کی، اُنہوں نے لے لی، اِس پر بدمعاش یوں کہتے پھرتے تھے کہ مولوی صاحب چوں کہ تنہا تھے، قیامت میں اتنے بوجھ کے متحمل نہ ہوسکتے تھے؛ اِس لیے انھوں نے نہ لی اور مدرسہ والے ہیں بہت سے، انھوں نے بوجھ کو اپنے اوپر تقسیم کرلیا؛ اِس لیے لے لی، خوب مذاق اُڑایا، اِسی واسطے مَیں کہتا ہوں کہ علماء تک نہیں ٹھہرتے طمع کے سامنے، بس جیسے بھی ملے لینے سے غرض، حلال ہو یا حرام۔ (حسن العزیز)

اور فرمایا ہمارے حضرت نے کہ: مجھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق بہت پسند ہے، جب دیو بند میں مخالفت ہوئی اور اہلِ شہر اپنا ایک ممبر بڑھانا چاہتے تھے، بڑا شوروغل مچا تھا، مَیں نے مولانا کو لکھا کہ مَیں مشورہ کے تو قابل نہیں؛ مگر خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ اُن کا ایک ممبر بڑھا دیا جائے؛ ورنہ مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا ڈر ہے اِس پر مولانا نے لکھا کہ یہ لوگ اہل نہیں ہیں، اگر ہم نے نااہل کو اختیارات دے دیے، گو مدرسہ رہے؛ مگر اِس کا مواخذہ ہم سے ہوگا اور اگر مخالفت میں مدرسہ ٹوٹ گیا تو مدرسہ ٹوٹنے کا وبال اُن لوگوں کو ہوگا۔ مَیں اِس کی وجہ بتلاتا ہوں (یعنی مولانا کے اِس قسم کے جواب دینے کی وجہ) بات یہ ہے کہ اتنا پختہ وہ ہوسکتا ہے جو صرف رضائے حق کو مرغوب سمجھے، خود مدرسہ کو ضروری نہ سمجھے اور آمادہ ہوجائے کہ اگر نہ چلے گا بَلا سے نہ چلے۔ رہا یہ کہ مدرسہ نہ رہے گا تو مولوی کہاں سے کھائیں گے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر اُن کو تعلیم وتعلّم کا کام نہ ہوگا تو چاول بیچ لیں گے اور مَیں کہتا ہوں کہ مولوی یہ کام بھی اَوروں سے اچھا کرسکتے ہیں اور جب تک کوئی اِس پر آمادہ نہ ہوگا کہ مدرسہ رہتے رہے نہ رہے، وہ ایسا جواب نہیں دے سکتا، بحمد اللہ یہاں بھی یہی نیت ہے، حتیٰ کہ یہاں کے لیے جو لوگ تحریک کرنا چاہتے ہیں اُن کو سخت ممانعت ہے تحریک کرنے کی، بس خدا کو جب تک منظور ہوگا تو یہ مدرسہ چلے گا ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ﴾۔ (حسن العزیز)

بعضے لوگوں نے کہا: اِس طرح تم نے تو چلالیا؛ مگر کسی اور سے نہ چل سکے گا۔ مَیں کہتا ہوں ہر وہ شخص چلالے گا جو خلوص سے اللہ کے بھروسہ پر کام کرے گا اور اگر نہ بھی چلے چھوڑ دے۔ مَیں نے بھی یہی قصد کرلیا تھا کہ جتنا کام اپنی ذات سے ہوسکے گا وہ کرلوں گا اور اس سے زیادہ اگر حق تعالیٰ چاہیں گے کسی ذریعہ سے کرادیں گے؛ ورنہ اس کے عدم ہی میں مصلحت سمجھوں گا، حدیثِ قدسی میں ہے: ''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ'' (اخرجه الشیخان والحاکم بسند صحیح) یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں: مَیں بندہ کے گمان کے پاس ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ سے اچھا گمان رکھے گا تو مَیں بھی اچھا برتاؤ کروں گا اور جو بدگمانی کرے گا تو اُس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جاوے گا، سو جن لوگوں کا گمان یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کام چلائیں گے، اُن کے ساتھ اُن کے گمان کے موافق برتاؤ کیا جاتا ہے اور جس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ بغیر ظاہری سبب کے چل نہیں سکتا تو حق تعالیٰ اُن کو اِس گمان کا ثمرہ مرحمت فرماتے ہیں، یعنی وہ کام بغیر ظاہری سبب کے نہیں چل سکتا۔ (مفتاح الخیر)

اور سمجھ لیجیے کہ دینی کاموں میں خلوص کی حاجت تو فلوس سے بہت زیادہ ہے، اکثر لوگوں کو مدارس کے مقاصد میں فلوس کی طرف زیادہ نظر ہوجاتی ہے اور خلوص کا اِس قدر اہتمام نہیں ہوتا؛ حالاں کہ فلوس تو خود آجاتے ہیں؛ کیوں کہ اِس کام کا رحمت اور خیر ہونا تو معلوم ہو چکا اور جو خیر من جانب اللہ مفتوح ہوتی ہے، جس میں بڑا دخل خلوص کو ہے، اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ﴾ (یعنی جو رحمت حق تعالیٰ عطا فرماویں اُس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس رحمت کو وہ روک لیں اُس کو کوئی دینے والا نہیں)؛ لہٰذا بھروسہ حق تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے، جتنے کارخانے خلوص پر مبنی ہوئے ہیں، اُن سب میں ترقی ہوئی ہے۔ (مفتاح الخیر)

خانقاہ کے اِس مدرسہ کی کانپور سے ترکِ تعلق کے بعد آخر عمر تک حضرت رحمہ اللہ نے

سرپرستی فرمائی اوراس کے متعلق ہمیشہ کے لیے یہ اُصول مقرر فرمادیا کہ:
اِس (مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون) کے اجراء وابقا کے لیے کبھی چندہ کی تحریک نہ کی جاوے نہ عموماً نہ خصوصاً (یعنی نہ عام لوگوں سے نہ خاص لوگوں سے) کام کرنے والے اِس میں وہ ہی رکھے جاویں جو کفالت کی شرط نہ لگاویں (یعنی پابندی کے ساتھ تنخواہ کی ذمہ داری کی شرط نہ کریں) بلکہ خدا کے بھروسہ پر کام کرنا منظور کریں (کہ اگر خدا نے کچھ بھیج دیا تو تنخواہ لیں گے؛ ورنہ صبر کریں گے) ان قیود کے ساتھ جب (پورا) کام نہ چل سکے تو جتنا چل سکے اُس کو چلائیں، باقی کام بند کردیا جائے۔فقط (ظل صفۂ تنبیہات وصیت)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے جلیل القدر خلیفہ

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ فرماتے ہیں:

''دین کا ہر خادم دوسرے ہر خادمِ دین کو اپنا رفیق سمجھے، فریق نہ بنائے، افسوس کہ آج کل ''تقابل، تفاضل'' اور ''تحاسد'' کا معاملہ بہت بڑھ رہا ہے، اِس کا اہتمام کیا جاوے کہ صرف تعارف پر اکتفا کیا جاوے اور تفاضل وتقابل سے احتیاط کی جائے؛ نیز فرمایا کہ: تقابل تفاضل سے ہوتا ہے، پس اپنے کام اور خدمات کا تعارف تو ہو، تفاضل نہ ہو اور اپنا کام اگر بیس درجہ پر ہو تو اٹھارہ ہی درجہ بیان کرے؛ تاکہ دیکھنے والے زیادہ پائیں، کم نہ پائیں اور اہلِ مال کو آگے نہ کریں، اہلِ دین کو آگے کریں، کام میں تعجیل نہ کریں، حق تعالیٰ پر نظر رکھیں، قرآنِ پاک کی تعلیم پر خاص نظر رکھیں، اِس سے مالی معاملات میں بڑی برکت ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ: اختیاری محنت اور کوشش کے باوجود اگر ناکامی ہوتی ہے تو یہ ناکامی عُرفی ناکامی ہے، حقیقی ناکامی نہیں ہوتی، حق تعالیٰ کی رضا اور ثواب عطا ہونے کے باوجود پھر ناکامی کیسی''۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تحریر متعلق جلسہائے متعارفہ مدارس

(از امداد الفتاویٰ، جلد چہارم)

(ایک مہتمم مدرسہ نے جلسۂ انعام طلبہ میں شرکت کی درخواست کی تھی، اُس پر تحریر فرمایا)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اِس سے قبل کے عریضہ میں حاضریٔ جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اُس کی اطلاع کی تھی، جس کا مشاہدہ مکرمی مولوی.......... صاحب نے بہ چشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہوجائے۔ اب بعض موانع شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہ علماء کی خدمت میں ایسی جرأت کرنا خالی از سوئے ادب نہیں؛ مگر ایک طرف خیر خواہی کا جزدِ دین ومامور بہ ہونا پیشِ نظر، دوسری طرف آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد، پھر اس کے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانے کی اُمید، اِن سب اُمور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات کو ظاہر کردوں، اگر واقعی میری رائے غلط ہے تو مَیں دل سے خواہاں ہوں کہ اُس کی اصلاح فرمادی جائے۔

حاصل ان موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہاں تک غور کرکے اور تجربہ کی شہادت سے دیکھا جاتا ہے بڑی غرض اِن جلسوں کے انعقاد کی دو امر معلوم ہوتے ہیں: فراہمیٔ چندہ اور اپنی کارگزاری کی شہرت یا یوں کہیے کہ مدرسہ کی وقعت ورفعت، جس کا حاصل حبِّ مال وحبِّ جاہ نکلتا ہے، جس سے نصوصِ کثیرہ میں نہی فرمائی گئی ہے۔

ہر چند کہ مال وجاہ اگر دین کے لیے مقصود ہوں تو مذموم نہیں؛ مگر کلام اِسی میں ہے کہ ایسے

مواقع پر یہ اُمور دین کے لیے مقصود ہیں یا دنیا کے لیے؟ سو گو نفس تاویل کر کے دین ہی کے لیے بتلاتا ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قصد کے لیے ایک خاص معیار بنایا ہے، جس سے صحت یا فسادِ قصد معلوم ہو جاتا ہے، سو اُن مواقع میں جہاں تک غور کیا جاتا ہے، علامت طلبِ دنیا کی غالب معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل اِس کی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اس کے اسباب وطرق میں بھی کوئی امر خلافِ رضائے حق تعالیٰ اختیار نہ کیا جاتا اور جب ایسے اُمور اختیار کیے جاتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مقصود ہے اور ان اُمور میں سے بعضے بطور انموذج یہ ہیں:

(۱) چندہ کے حاصل کرنے میں قواعدِ شرعیہ کی رعایت نہیں کی جاتی؛ کیوں کہ حکمِ شرعی ہے: ''لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِیْبِ نَفْسِہٖ'' (بدون خوش دلی کے مسلمان کا مال لینا حلال نہیں) چندہ میں سوچ سوچ کر وہ طریق اختیار کیے جاتے ہیں جن سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے، گو وہ اثر دباؤ یا شرم ولحاظ سے کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو واسطہ بنایا جاتا ہے، مجمع میں ان کے روبرو فہرست بھی پیش کی جاتی ہے، شرکتِ جلسہ میں اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیوں کو خالی ہاتھ آنے میں سبکی وکم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے، بقایا کو مشتہر کرتے ہیں جس سے اُن کو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے۔

(۲) حکمِ شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے مواقع پر دینے والوں کے دل میں ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے۔

(۳) اکثر اوقات علماء کا اُمراء کے دروازوں پر جانا اور اُن سے تملق کی باتیں کرنا۔

(۴) جن اموال کو حلال نہیں کہتے اگر وہ بھی حاصل ہوں ہرگز انکار نہیں کیا جاتا، ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سُود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اُس کو جلوت یا خلوت میں واپس کر دیا ہو۔

(۵) اپنے مدرسہ کو اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے تصریحاً یا ایہاماً، جس کا حاصل کذب وخداع ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جاتا؛ بلکہ اس کے درپے ہو کر رَدّ کرنے کی کوشش ہوتی ہے، گو دل میں اس کو حق سمجھتے ہیں، جس کا حاصل بطرِ حق ہے۔

(۷) اگر کوئی اور مدرسہ مقابلہ میں ہو جائے اور گو اُس کی حالت واقع میں اچھی ہو؛ مگر ہمیشہ وہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اُس کے انہدام وانعدام کے متمنی رہتے ہیں؛ ورنہ خوش ہونے کی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے؛ لیکن محض اِس وجہ سے کہ اس کی شہرت نہ ہو جائے، اس میں چندہ کی بیشی اور اس میں کمی نہ ہو جائے، ناگواری ہوتی ہے۔

(۸) کارروائی میں کارگزاری کا اظہار، اپنی مدح، اپنے مدرسہ کی ترجیح، اپنے کام کی خوبی وکثرت دکھلانا اور اس کی جہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابیں بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلاسکیں خواہ طالبِ علموں کو آئے یا نہ آئے۔

ان علامات میں سے اوّل چار حبِّ مال لغیر الدین کی علامتیں ہیں اور مؤخر کی چار حبِّ جاہ لغیر الدین کی علامات ہیں اور فسادِ منشاء کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مرتب ہوتے ہیں۔

(۹) اکثر ایسے جلسوں میں اسراف ہوتا ہے، جن لوگوں کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں اُن کے اور ان کے رفقاء وخدام کے کرایہ میں بہت سے روپے جاتے ہیں، بعض اوقات طعام وغیرہ کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے، جس میں تکلفات ہوتے ہیں اور ساتھ میں غیر اضیاف بھی کھاتے ہیں اور غالباً؛ بلکہ یقیناً روپئے والوں سے اذن نہیں لیا جاتا اور دلالتِ اذن کا بھی دعویٰ مشکل ہے؛ کیوں کہ اہلِ عطاء خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہیں۔

(۱۰) بعض جگہ مسجد میں ایسے جلسے ہوتے ہیں اور مسجد کے ساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے۔ شور وشغب، دنیا کی باتیں، اشعارِ مذمومہ اور بہت منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہیں، جب مسجد میں وہ اُمور مباحثہ بھی ناجائز ہیں، جن کے لیے مسجد موضوع نہیں تا بہ منکرات چہ رسد۔

(۱۱) ایسی کارروائیوں سے بجائے وقعت وعزّت مقصودہ کے اہلِ علم کی ذلت وحقارت اہلِ دنیا کی نظر میں ہوتی ہے؛ کیوں کہ اصل عزت استغنا ہے اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لیے علمِ دین کو پسند نہیں کرتے، یہی انجام اُن کا ہوگا، گویا یہ حالت مناعیت للخیر کا ایک شعبہ ہے۔

(۱۲) تکثیر سواد طلبہ ومخلصین کے دکھلانے کو نااہلوں کو اہل دکھلایا جاتا ہے، وقس علیٰ ہٰذا۔ اگر یہ خیالات قابلِ اصلاح ہوں تو اصلاح فرمادیجیے؛ ورنہ مَیں عمل اور قبول کرنے پر جبر نہیں کرتا؛ مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کے لیے اُن کو وجہ وجیہ قرار دیا جائے اور معاف فرمایا جائے۔

فقط والسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلتَّوۡرِیۡعُ عَنۡ فَسَادِ التَّوۡزِیۡعِ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

بعدالحمد والصلاۃ

یہ چند سطور ہیں، جن میں آج کل کے چندۂ متعارفہ کے متعلق کچھ ضروری احکام مذکور ہیں۔ باعث اِس تحریر کا یہ ہوا کہ اِس وقت بوجہ اِس کے کہ اہلِ اسلام کے پاس مصارفِ مفیدہ عامّہ میں صَرف کرنے کے لیے کوئی سرمایہ وذخیرہ کافی نہیں ہے، ایسے موقع کے لیے چندہ کی ضرورت پڑتی ہے، جس کے فی نفسہٖ کلیاً وجزئیاً جائز اور منقول ہونے میں کوئی کلام نہیں؛ لیکن بوجہ ضعف قوتِ علمیہ یا عملیہ اس میں بعض مفاسد منضم ہوگئے ہیں، جن کی اصلاح کی ضرورت سے بھی مجال انکار نہیں؛ اِس لیے ان میں سے کثیرالوقوع مفاسد کو کہ مجموعہ ان کا سات ہیں مع طریقۂ اصلاح مختصر عرض کرتا ہوں، اُمید ہے کہ ان مقاصد کے دلائل سے کہ اُصول ہیں، دوسرے مفاسدِ فرعیہ غیر مذکورہ کا بھی حکم معلوم ہوسکتا ہے۔

مفسدۂ اولیٰ: بعض اوقات یہ نہیں غور کیا جاتا کہ ہم جس کام کے لیے چندہ جمع کرتے ہیں وہ فی نفسہٖ امرِ محمود بھی ہے یا نہیں؛ چناں چہ اکثر رسوم یا تفاخر یا بدعات کی ترویج وتقویت کے لیے چندے ہوا کرتے ہیں، جو خود ناجائز ہے، مثلاً مساجد میں فضول تزئین ونقش ونگار یا گنبد مینار کے لیے یا مدارس میں جلسہ ہائے تفاخر وتکاثر کے لیے یا خانقاہوں میں اُعراس وغیرہ کے لیے یا رمضان میں ختمِ قرآن کی شیرینی یا محرم میں تعزیہ کے لیے

یا شبِ براءت میں آتش بازی کے لیے یا ربیع الاوّل میں اِس زمانے کی مجالس موالید کے لیے دشل ڈ لک کہ یہ سب اُمور علی التفاوت خلافِ شریعت وخلافِ سنت ہیں، سو اِس کی اصلاح یہی ہے کہ ایسے اُمور کے لیے چندہ لینا اور دینا ترک کردیں۔

مفسدۂ ثانیہ: بعض اوقات یہ نہیں دیکھا جاتا کہ چندہ دینے والا حلال سے دیتا ہے یا حرام سے؛ حالاں کہ اوّل تو حرام مال کا صرف کرنا ہر جگہ بُرا ہے، پس نیک کام میں اور بھی زیادہ بُرا ہے؛ چناں چہ ہر قسم کے اہلکاروں سے، رشوت خواروں سے، ہر قسم کے وکلاء ومختاروں سے، ہر قسم کے زمینداروں سے، غاصبوں سے اور ستم گاروں سے، سود خواروں سے، ہر قسم کے دُکانداروں سے، دغابازوں سے، دروغ شعاروں سے؛ بلکہ بعضے بعضے ڈوم بھانڈوں سے، کسی سے بھی، غرض جہاں سے ہاتھ لگے بے تکلف لے لیتے ہیں؛ حالاں کہ ان میں بعضے تو پیشے ہی بُرے ہیں اور بعضے پیشے گو جائز ہیں؛ لیکن بے احتیاطی سے اپنی آمدنی کو حرام کرلیتے ہیں، پس جس شخص کا حال یقیناً یا غالب قرائن سے معلوم ہو وہاں بلا تفتیش لینا جائز نہیں اور تفتیش کے بعد بھی اگر وہ دعویٰ کرے کہ مَیں نے یہ رقم احتیاطِ شرعی کے ساتھ دی ہے تو یہ شرط ہے کہ اُس کے صدق کی دل گواہی بھی دیتا ہو، تب البتہ جائز ہے اور اگر شبہ ہی نہ ہو تو معذور ہے۔

مفسدۂ ثالثہ: اکثر اِس پر اصلاً نظر نہیں ہوتی کہ یہ رقم یا اسباب جو یہ شخص دیتا ہے اُس کی خالص مِلک ہے یا کسی حق دار وارث یتیم وغیرہ کا حق بھی اس میں مخلوط ہے، اکثر جگہ ترکہ مشترکہ میں سے نقد یا اسباب یک مشت یا چندہ دوامی کے طور پر آتا ہے اور اس کو حلال طیب سمجھا جاتا ہے؛ چناں چہ بعض اوقات کوئی چندہ گزار مر جاتا ہے تو اُس کے ورثہ کو لکھا جاتا ہے کہ یہ ایک خیر جاری ہے، اُمید ہے کہ آپ بھی اس کو جاری رکھیں گے۔ وہ وارث ریاست مشترکہ میں سے جاری کرکے اطلاع بھی کردیتا ہے اور منتظمین شکر گزاری کے ساتھ لے لیتے ہیں؛ بلکہ اس کی مدح وثنا چھاپتے ہیں اور ان لوگوں کو اس مسئلہ کی نہ

اطلاع کریں نہ ان سے تفتیش کریں کہ آپ نے کس طرح مقرر کیا ہے؛ حالاں کہ شئے مشترک میں تصرف کرنا بدون رضائے شرکاء کے جب کہ وہ سب بالغ ہوں بالکل حرام ہے اور نابالغ کی رضا واذن بھی معتبر نہیں؛ اِس لیے ایسے موقع پر دینے والے کو سمجھا دیا جائے کہ اگر تم کو دینا ہے تو اپنے غیر مشترک مال سے دو یا مشترک کو تقسیم کر کے پھر اپنے حصے دو، بالخصوص کسی شخص کے مرنے کے بعد عموماً عادت ہے کہ اُس کے کپڑے جوڑے بلا تقسیم بین الورثہ باوجود بعض کے نابالغ ہونے کے مدارس یا مساجد میں بھیج دیے جاتے ہیں اور کارکن مہتممین بڑی شکر گزاری سے اُس کو لے لیتے ہیں۔ اِسی طرح شادیوں میں جو رسم ہے کہ دختر والا دولہا والے سے خرچ لیتا ہے، اُس میں کچھ مساجد و مدارس کی بھی رقم ہوتی ہے، یہ آمدنی بالکل ہی ناجائز ہے، اِس کا بہت ہی خیال چاہیے۔

مفسدۂ رابعہ: اکثر؛ بلکہ قریب قریب علی الدوام اِس کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا کہ جس شخص سے یہ رقم وصول کی جارہی ہے آیا یہ شخص بالکل خوش دلی سے دے رہا ہے یا کہ کسی خاص شخص کی وجاہت اور دباؤ یا عام مجمع کے شرم ولحاظ سے دے رہا ہے اور یہ وہ آفت ہے جس سے غالباً خواص واہلِ علم بھی بہت کم محفوظ ہیں؛ بلکہ اِس کے قبح کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ بالعکس اس کو اپنی اعلیٰ درجہ کی کارگزاری اور حسنِ سعی اور ہوشیاری اور موجبِ ثواب وشعبۂ دینداری سمجھتے ہیں اور اس آیت کے مصداق بنتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۝﴾ (سورۂ کہف، پارہ:۱۶)

اور اِس مجموعی تحریر کا اصلی محرک یہی جزو زیادہ ہے کہ اِس میں ابتلا بھی عام اور اشد ہے؛ اِس لیے اِس باب میں خاص طور پر توجہ فرمائیے اور اِس کے متعلق دلائلِ صحیحہ سنیے۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وَلَایَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ اور دوسری آیت میں ہے: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا۝﴾ اور حدیث میں

ہے: ''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا! لَاتَظْلِمُوْا إِلَّا لَايَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ'' (رواه البيهقي في شعب الإيمان والدارقطني في المجتبیٰ) اور دوسری حدیث میں ہے: ''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَاللهِ لَايَسْأَلُنِيْ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّيْ شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتُهُ'' (رواه مسلم) اور تیسری حدیث میں ہے: ''لَيْسَ لِلْمَرْءِ إِلَّا مَاطَابَتْ بِهِ نَفْسُ إمامه'' (رواه الطبراني كذا في تخريج الذيلعي) اور چوتھی حدیث میں ہے: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ'' (رواه البخاري) اور پانچویں حدیث میں ہے: ''لَايَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُخْرِجَهُ'' (متفق عليه) یہ سات دلیلیں کتاب وسنت کی ہیں۔ آیتِ اولیٰ میں سیاقِ کلام وقرینۂ مقام سے لپٹ کر سوال کرنے کی اور کسی کو تنگ کرنے اور بار ڈالنے کی مذمت مفہوم ہوئی اور آیتِ ثانیہ میں جوازِ اُکل کو معلق فرمایا طیبِ نفس کے ساتھ اور حدیثِ اوّل میں ایسے مال کے حرام ہونے کی صاف تصریح ہے جو بلا طیبِ نفس لیا جائے اور اُس کے حرام ہونے کو زیادہ موکد فرمادیا کہ اس کو نہی عن الظلم کے ساتھ مقرون فرمایا، جس میں اشارہ اِس طرف ہے کہ یہ بھی ظلم ہے اور ظلم خود حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیثِ دوم اَلحلف یعنی تنگی اور بار ڈالنے کو صیغۂ نہی کے ساتھ جو کہ تحریم کے لیے موضوع ہے منع فرمایا، جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ یہ امر حرام ہے اور یہ بھی فرمادیا کہ جو رقم کراہتِ نفس کے ساتھ بدون طیبِ خاطر کے وصول کی جائے گی اُس میں برکت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ حلال ہمیشہ بابرکت ہوتا ہے۔ اِس سے بھی معلوم ہوگیا کہ حلال نہیں۔ اور حدیثِ سوم میں بھی جوازِ انتفاع کے لیے جو مدلول حرف لام کا ہے طیبِ نفس کو شرط فرمایا۔ اور حدیثِ دوم وسوم میں اِتنی بات اور معلوم ہوگئی کہ جیسے عام لوگوں کو تنگ کرنا اور

دباؤ ڈالنا حرام ہے، اِسی طرح سلاطین وملوک کو بھی تنگ کرنا حرام ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مدار اِس دباؤ ڈالنے کی حرکت کا نادار ہی نہیں جیسا بعض لوگ سمجھا کرتے ہیں کہ فلانے کے پاس بہت مال ہے، اگر دباؤ ڈال کر لے لیا تو کیا حرج ہے، کچھ گھاٹا تھوڑے ہی آجائے گا، یہ حدیثیں اِس خیال کی صاف تغلیط کرتی ہیں۔ حدیثِ چہارم سے کلیۃً معلوم ہوا کہ کسی کو ناحق ایذا پہونچانا زبان سے یا برتاؤ سے خلافِ شانِ اسلام ہے، یہ بھی مستلزم نہی کو ہوا۔ اور حدیثِ پنجم سے معلوم ہوا کہ جب مہمان کو جو کہ ایک گونہ صاحبِ حق بھی ہے درست نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ تنگ ہوجائے تو معمولی چندہ وصول کرنے والے جو کہ کچھ بھی حق نہیں رکھتے تنگ کرنے سے؛ کیوں کر گنہگار نہ ہوں گے۔ اِسی طرح بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم اپنی ذات کے لیے نہیں مانگتے، دین کے لیے مانگتے ہیں؛ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ دین کا کام تو جب ہی ہے جب دین کے حکم کے موافق ہو؛ ورنہ جب وہ دین کے خلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہوئی جو کہ اصلی مقصود کارِ دین سے تھا پھر کیا فائدہ ہوا، اب اِس وقت کی حالت مروّجہ دیکھیے کہ اکثر چندہ کی فہرست اہلِ وجاہت کے ہاتھوں بھیجی جاتی ہے، مجمعوں میں ایسے ہی لوگ کھڑے کیے جاتے ہیں، وہ ایک ایک کے سامنے بالخصوص جاتے ہیں اور خاص خطاب سے تحریک کرتے ہیں، بعض دفعہ خود محرک وجاہت سے بعض جگہ مجمع کی شرم سے گو دل نہ چاہے یا کم دل چاہے؛ مگر ملامت اور خفت کے خیال سے بہ مجبوری دینا پڑتا ہے۔ بعض اوقات کم دینے والے کو مکرر کہا جاتا ہے کہ یہ رقم آپ کی حیثیت سے کم ہے اور دیجیے یا دوسرے شخص کو جو کہ اس کے برابر یا اس سے بھی کم ہے زیادہ رقم دیتا ہوا دیکھ کر جھیپ جاتا ہے اور اس سے کم دینے میں اپنی سبکی سمجھتا ہے اور باوجود ناگواری کے دیتا ہے۔ اِسی طرح شادیوں میں خرچ کی فرد جس میں مسجد ومدرسہ کی رقم بھی ہے لکھ کر دولہا والوں کو دیتے ہیں اور ان سے وصول کرتے ہیں، ہرگز اِس رقم کا لینا درست نہیں۔ اِسی طرح اکثر مدارس میں چندہ کی فہرست میں بقایا چھاپا

جاتا ہے، بعض جگہ نادہندوں کی فہرست الگ چھانٹ کر شائع کی جاتی ہے، اِس فضیحت ورُسوائی کے خوف سے بعضے لوگ دیتے رہتے ہیں، یہ سب محتمل کراہتِ نفس ہے اور طیبِ نفس کا اِس میں تیقن یا غلبۂ ظن نہیں؛ اِس لیے اس کی بہت احتیاط چاہیے اور احتیاط کا طریقہ یہی ہے کہ خاص خطاب نہ کریں اور عام خطاب میں بھی دباؤ کے کلمات نہ کہیں، ضرورت کی اطلاع کے ساتھ تصریح کر دیں کہ جس قدر جس کی خوشی ہو اور آسانی سے دے سکے شریک ہونا موجبِ ثواب ہے اور چندہ کی بقایا اور نادہندگی کی فہرست شائع نہ کریں۔ آخر خاص طور پر بھی تو اُن کو اِطلاع ممکن ہے اور خاص تحریر یا تقریر میں بھی آزادی کے عنوان سے تحریک کریں کہ اس پر اصلاً گرانی نہ ہو؛ بلکہ بعض اوقات تو صورۃً بھی اجازت اور رضا نہیں ہوتی، جیسے: بعض قوموں میں گولک کا حق یا راس پر کوئی رقم بائع یا مشتری سے لینے کا دستور اور رواج شائع ہے۔ یہ چار مفسدے تو آمدنی کے متعلق ہیں، آگے تین مفسدے خرچ کے متعلق پیش آتے ہیں۔

مفسدۂ خامسہ: یہ کہ اکثر چندہ کے مال کو بڑی بے دردی سے فضول اخراجات میں صَرف کرتے ہیں، اسراف خود حرام ہے، مالِ امانت میں اور زیادہ بُرا۔

مفسدۂ سادسہ: اکثر ایسی بے احتیاطی ہوتی ہے، اگر مختلف مدات کا چندہ ہے تو کچھ تاویل کر کرا کر ایک مد کا دوسرے میں، دوسرے کا تیسرے میں، غرض گڈمڈ کر کے اِس طرح صَرف کرتے ہیں کہ جیسے متولی یا مُہتمم صاحب کی مِلک ہے اور ان کو ہر طرح صَرف کرنے کا اختیار ہے، خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص اُس مال میں وکیل اور امین ہے، خلافِ اذن اور رضائے مؤکل حبہ برابر بھی تصرف کرنا بالکل حرام ہے۔

مفسدۂ سابعہ: بعض اوقات کچھ رقم چندہ کی بچ جاتی ہے، اُس کو بھی یہ منتظم یا خود خورد بُرد کرتا ہے یا اپنی رائے سے کسی دوسرے کام میں لگالیتا ہے۔ یاد رکھو! کہ جو بچا ہے اگر یہ رقم دوسرے اشخاص کی رقم کے ساتھ مخلوط نہیں تھی، تب تو خاص اُسی کی مِلک ہے، اُس سے اطلاع

کر کے اجازت لینا چاہیے اور اگر سب مخلوط تھی تو وہ باقی رقم سب کے بقدر حصہ مشترک ہے، سب سے اجازت لینا چاہیے اور اگر بعض کا پتہ نہ ہو تو اُس کے حصے کی رقم کا حکم مثل لقطہ کے ہے اور جو حصہ دار معلوم ہیں اُن سے اجازت اور اُن کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے۔

التماسِ خاتمہ

اور یاد رکھنا چاہیے کہ اِن مفاسد میں اکثر متعلق بہ حقوق العباد ہیں اور ان کی اصلاح نہ کرنے سے حقوق العباد میں مبتلا ہوگا، جس کے واسطے احادیث میں وعید شدید وارد ہیں، نمونہ کے طور پر کچھ مختصر لکھا جاتا ہے۔

حدیثِ اوّل: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً دبائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنا دیں گے۔

(مشکاۃ، باب الغصب والعاریۃ فصل اوّل)

حدیثِ دوم: ابوحرہ رقاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: سنو! ظلم مت کرو اور آگاہ رہو کسی شخص کا مال بغیر اُس کی خوش دلی کے حلال نہیں ہے۔ (مشکاۃ، باب الغصب، فصل ۲)

حدیثِ سوم: حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص کسی کی زمین ناحق لے لے وہ قیامت کے روز ساتوں زمینوں میں دھنسایا جائے گا۔ (مشکاۃ، باب الغصب، فصل ۳)

حدیثِ چہارم: یعلی بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فخرِ عالم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی کی زمین ناحق لے لے اُس کو محشر میں اُس کی مٹی اُٹھانے کی تکلیف دی جائے گی۔ (فصل سوم باب الغصب)

حدیثِ پنجم: اور یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فخر عالم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً دبالے، اللہ تعالیٰ اُس کو تکلیف دیں گے کہ اُس زمین کو ساتوں زمین تک کھودے، پھر اُس کو روز قیامت کے ختم تک جب تک لوگوں میں فیصلہ ہے اُن ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

(فصل سوم، باب الغصب)

حدیثِ ششم: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ہے: ظلم قیامت کے دن (ظالم کے لیے) تاریکیوں کا سبب ہوجائے گا۔

(باب الظلم فصل اوّل)

حدیثِ ہفتم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس شخص کے ذمہ اپنے بھائی مسلمان کا کوئی حق ہو خواہ آبرو کے متعلق ہو یا اور کچھ ہو تو اُس کو چاہیے کہ اُس وقت سے پہلے پہلے معاف کرالے کہ جب نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، اگر کوئی عمل نیک ہوگا بقدرِ حق کے وہ عمل لے لیا جائے گا اور اگر نیک عمل نہ ہوگا صاحبِ حق کے گناہ لے کر اُس پر لادو دیے جائیں گے۔ (باب الظلم فصل اوّل)

حدیثِ ہشتم: اور نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ: جانتے ہو مفلس کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مفلس ہمارے اندر وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکاۃ کی دولت لے کر آئے گا۔ ایک شخص آئے گا کہ اُس کو اِس نے سب وشتم (گالی) کیا ہوگا، ایک آئے گا کہ اُس کو تہمت لگائی ہوگی، ایک آئے گا کہ اُس کو اِس نے ناحق مار ڈالا ہوگا، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، پھر ہر ایک کو اُس کی نیکیوں (کی بدولت) سے حق دیا جائے گا، پھر

اگر نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور حقوق باقی رہیں گے تو اہلِ حقوق کی خطائیں لے کر اُس پر ڈال دی جائیں گی، پھر اُس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (باب الظلم، فصل اوّل)

حدیثِ نہم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: قیامت کے دن تم کو حقوق ادا کرنے پڑیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کے واسطے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا (یعنی اگر سینگ والی نے اُس کو مارا ہوگا۔

حدیثِ دہم: حضرت اَوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص ظالم کے ساتھ اُس کی تقویت کے واسطے چلے اور وہ جانتا بھی ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ (باب الظلم، فصل ثالث)

کتبہ

اشرف علی تھانوی عفی عنہ

عام مسلمانوں کی خدمت میں ضروری وضاحت

از افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِس میں تو ذرا شبہ نہیں کہ اِس وقت مدارسِ علومِ دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لیے ایک ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں، دنیا میں اگر اِس وقت اسلام کے بقاء کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں۔ ان کو بے کار بتلانے والا معلوم ہوتا ہے ابھی تک اسلامی ضروریات سے اور مدارس کے اثر سے محض بے خبر ہے۔ مختصر بیان اِس کا یہ ہے کہ اسلام نام ہے خاص عقائد اور خاص اعمال کا، جس میں دیانات ومعاملات ومعاشرت اور اخلاق سب داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علمِ دین پر اور علومِ دینیہ کا بقا ہر چند کہ فی نفسہٖ موقوف نہیں ہے مدارس پر؛ مگر باعتبار عوارضِ وقتیہ عادۃً ضرور موقوف ہے مدارس پر۔ جس شخص کو تجربہ ہوگا وہ اِس حکم میں ذرا توقف نہیں کر سکتا اور جس کو توقف ہو وہ تجربہ کر سکتا ہے؛ اِس لیے اِس میں تطویلِ کلام کی حاجت نہیں سمجھی گئی۔ غرض بالیقین یہ مدارس خدا تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت اور بہت بڑی نعمت ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم جیسے عمال وخدام کی سوئے تدبیر سے ان مدارس میں متعدد اُمور ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

بعض مدارس میں جتنے مفاسد اُوپر لکھے گئے ہیں اُن سے ان مدارس کو بے کار نہ سمجھا جاوے، اِس حالت میں بھی اُن سے جو نفعِ دین ہے اس کے اعتبار سے ان کا وجود نہایت غنیمت، ضروری، اس حال میں سب مسلمانوں پر ان کی خدمت واجب ہے؛ البتہ اصلاح میں حتی الوسع سعی بھی کریں۔ (حقوق العلم)

مَیں نے چندہ پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے، اِس کا یہ مطلب نہیں کہ مَیں مدرسہ کی اعانت کو منع کرتا ہوں، مَیں مناع للخیر نہیں ہوں؛ لیکن متعارف درخواست نہیں کرتا ہوں۔ ہاں! عام ترغیب دلاتا ہوں ﴿لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ کے موافق (درخواست ہے.........، اگر اور بھی کچھ نہ ہو سکے تو دعا ہی کر دیا کرو۔

لاخیل عندك تهديها ولا مال

فليسعد النطق إن لم تسعد الحال

''نہ تو تمہارے پاس گھوڑے ہیں اور نہ مال ہی ہے کہ تم ہدیہ کرسکو۔ اگر تم کو خوش حالی میسر نہ ہو تو خوش گفتاری تو ہو''۔

دعاء بہت بڑی چیز ہے، گو لوگ اس کو معمولی اور حقیر سمجھتے ہیں؛ لیکن صرف اِسی پر قناعت بھی نہ کیجیے؛ بلکہ ہر طرح سے جو کچھ مدد ہو سکے فرمائیے اور اس مثل کے مصداق نہ بنیے کہ (محبت رکھوں پاک، لینے دینے کے منھ میں خاک)۔ (مفتاح الخیر)

آپ مدرسہ کی خدمت کریں علماء کو اپنا مخدوم سمجھیں، ان کا ادب اور تعظیم کریں، اگر اُن سے کوئی لغزش ہو جائے تو اُن کی مذمت نہ کریں، آخر وہ بشر ہیں، اُن سے بھی خطا ہوتی ہے، وہ اِس حال میں بھی تمہارے نفع اور ہدایت کے لیے کافی ہیں، تم اُن کے اقوال پر عمل کرو، افعال مت دیکھو، وہ جو کام دین کا کر رہے ہیں جس میں مال کی ضرورت ہو بدون اُن کی استدعاء کے اس میں اعانت کرو اور مدرسہ کے جس کام میں بھی آپ مدد کریں گے یہ تمام باقیات صالحات ہوں گے۔ بعض لوگ صرف تعلیم کی امداد کو صدقۂ جاریہ سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے؛ بلکہ مدرسہ کی تعمیر اور طلبہ کے کھانے پینے اور کپڑے کی امداد سب صدقۂ جاریہ ہیں؛ کیوں کہ سب سے تعلیم ہی کو امداد پہنچتی ہے، پھر جب یہ لوگ پڑھ کر فارغ ہوں گے اور مخلوق کو جا کر تعلیم دیں گے تو ہمیشہ آپ کو اِس کا ثواب ملتا رہے گا، جب تک اُس مدرسہ کے طلبہ سے علم کا فیض چلے گا برابر آپ کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا رہے گا، تو یہ کتنی

خوشی کی بات ہے کہ مدرسہ کی امداد تو آپ نے کی پچاس برس تک، یا کسی کی بہت عمر ہوئی تو سو برس تک اور نامۂ اعمال میں ثواب لکھا گیا ہزار برس تک؛ بلکہ قربِ قیامت تک؛ کیوں کہ ان شاء اللہ قربِ قیامت تک علم کا چرچا دنیا میں رہے گا اور اگر اپنی زندگی میں آپ نے ان کاموں میں امداد نہ کی تو روپیہ تو صرف ہو ہی جائے گا، وہ تو باقی نہ رہے گا؛ مگر فضول یا ناجائز مواقع میں صرف ہوگا یا بعد میں ورثاء گلچھرے اُڑائیں گے اور ان گناہوں کے آثار آپ کے نامۂ اعمال میں باقی رہیں گے............پھر جہنم کا عذاب الگ رہا؛ اِس لیے ضرورت ہے کہ اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرو اور اپنی کمائی کو اچھے موقعہ میں صَرف کرو۔

(مظاہر الاعمال)

ہماری حالت یہ ہے کہ جس کام کی طرف توجہ کرتے ہیں اُس پر ایسا گرتے ہیں کہ دوسرے کاموں کو برباد کر دیتے ہیں۔ پچھلے دنوں چندۂ بلقان کی ضرورت تھی اور مقامِ شکر ہے کہ مسلمانوں نے اس پر توجہ کی؛ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ دوسرے ضروری کاموں سے توجہ کم ہوگئی؛ چناں چہ مدارس کی آمدنی میں بہت کمی ہوگئی، یہاں تک کہ بعض مدارس تو ٹوٹنے کے قریب ہوگئے؛ اِسی لیے مَیں کہا کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں جوش تو ہے ہوش نہیں ہے۔ ہوش کے معنیٰ یہ ہیں کہ وقتی ضرورتوں کے ساتھ دائمی ضرورتوں کا بھی لحاظ رہے۔ صاحب اگر مدارس نہ رہے تو پھر بتلایئے دینی ضرورتوں کا بتلانے والا آپ کو کہاں سے ملے گا؟ پھر تو وہ حالت ہوگی جیسے ایک صاحب بلقان کا چندہ تو کرتے پھرتے تھے؛ مگر بے ٹکٹ ریل میں سفر کرتے تھے۔ اِسی طرح چندۂ بلقان میں بعض لوگوں نے بہت بے عنوانیاں کی ہیں، جن کی تفصیل مَیں زیادہ نہیں کرنا چاہتا۔ اگر مدارس نہ ہوتے تو ایسے ہی لوگ آپ کے مقتدا ہوں گے؛ اِس لیے ضرورت ہے کہ مدارس کی بقا میں ہر دم توجہ رکھنی چاہیے اور وقتی ضرورتوں کی وجہ سے اس کام میں بے توجہی نہ کی جائے۔

افسوس غیر اقوام اِس مسئلہ کو خوب سمجھتی ہیں۔ یورپ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے مشن اور

اسکولوں کی امداد تو خاص رقموں سے کرتے ہیں اور وقتی ضرورتوں کے لیے یہ تدبیر کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے زائد اخراجات میں سے ایک خرچ کو بند کر کے اُس کی آمدنی چندہ میں دے دیتا ہے، پھر یہ نہیں کہ ایک دفعہ دے کر بند کر دے؛ بلکہ جب تک وہ ضرورت رہے گی برابر اُس اصل مد کی آمدنی چندہ میں دیتے رہیں گے؛ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ جو کام ہے فوری جوش سے ہے، دو چار مہینہ کے بعد جوش کم ہو گیا تو کچھ بھی نہیں اور اس جوش میں ایسے بے ہوش ہوتے ہیں کہ پہلے سے جن کاموں میں امداد کرتے تھے اُس کو بند کر دیتے ہیں۔ سو یاد رکھو! اِس طرح کوئی کام بھی پورا نہیں ہو سکتا، ہر کام کے لیے استقلال کی وحفظِ حدود کی ضرورت ہے۔ (مظاہر الاقوال)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمُؤَلِّفِهِ وَلِكَاتِبِهِ وَلِمَنْ قَرَأَ فِيْهِ وَلِمَنْ دَعَالَهُمْ بِالْخَيْرِ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَصَلَّى اللهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمْ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ.

چندہ کی جائز اور ناجائز صورتیں

(چندہ کی ترغیب کرنا جائز اور زور ودباؤ اور اصرار کے ساتھ مانگنا ناجائز ہے) حکیم الامتؒ نے فرمایا: مدارس کے چندوں کے متعلق ہمیشہ سے میری رائے یہ ہے کہ زور دے کر اور دباؤ ڈال کر وصول نہ کیے جائیں اور اِس طرز کو ابتدا سے ناجائز کہتا تھا؛ لیکن اب اِس کے متعلق ایک عجیب تائید تفصیل کے ساتھ قرآن شریف کی آیت سے مل گئی، جس پر اِس کے قبل کبھی نظر نہ ہوئی تھی، وہ یہ ہے کہ چندہ لینے میں ایک (اصرار کے ساتھ) سوال کا مرتبہ ہے اور وہ ناجائز ہے اور ایک ترغیب کا مرتبہ ہے، وہ جائز ہے اور اس کی دلیل کلامِ مجید کی اِس آیت سے ملتی ہے، خدا تعالیٰ سوال سے عفت کی بابت فرماتے ہیں: ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (لوگوں سے چمٹ کر اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے) اِس سے معلوم ہوا کہ سوال (بالاصرار والجبر) نہ کرنا چاہیے اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی دعوت دے اور بھلی باتوں کا حکم کرے) اِس سے چندے میں ترغیب کا مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ دین کی حفاظت ضروری امر ہے اور وہ تعلیم وتعلّم کا سلسلہ قائم کیے بغیر ممکن نہیں اور یہ سلسلہ اِس وقت عادتاً بدون اعانت کے چل نہیں سکتا، پس اعانت کرنا ایک امرِ خیر کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے؛ لہٰذا وہ بھی خیر ہے؛ بلکہ امرِ ضروری کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے ضروری ہے۔

پھر فرمایا: جس طرح علما کو دباؤ ڈال کر سوال نہ کرنا چاہیے، اِسی طرح اہلِ دنیا کو ترغیب پر انکار بھی نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا. الآية﴾ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اَڑ کر سوال کرنے پر انکار کیا جائے تو سخت وبال کا اندیشہ ہے اور اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سوال والحاف (یعنی اصرار کے ساتھ اَڑ کر چندہ کرنا) بُرا ہے (اور محض) دعوت اور چندہ کی ترغیب حسن ہے۔ (دعواتِ عبدیت)

چندہ کی ناجائز صورت

محصّلین کی حالت تو یہ ہے کہ محصّل چندہ ایک رئیس کے یہاں آئے جہاں مَیں مقیم تھا، تو اُنہوں نے دس روپے دے دیے، تو محصّل صاحب کہتے ہیں کہ جناب آپ تو ہر سال بیس روپیہ دیا کرتے تھے، اب کی دس کیوں دیے؟ یہ طریقہ تھا کہ اُن کے چندہ کرنے کا جس میں سب کے سامنے وہ دینے والے کو ذلیل کرتے تھے، چندہ کا یہ طریقہ بالکل خلافِ شریعت اور حرام ہے اور آج کل زیادہ تر چندہ کے طریقے حرام ہی ہیں؛ مگر محصّلینِ چندہ اِس کو دین سمجھتے ہیں، کچھ نہیں، اِس کا نام تو بے حسی ہے کہ مال کے واسطے نہ آبرو کی پروا ہے نہ دین کی۔
(التبلیغ)

زبردستی کا چندہ

فرمایا: بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مساجد اور مدارس کے لیے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں، یہ اِس سے بھی بدتر ہے، اِس واسطے کہ اگر اپنے نفس کے لیے کرتا تو اپنے کو دنیوی نفع پہنچتا اور جب حق تعالیٰ کے لیے ایسے کیا تو خدا تعالیٰ بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے پاس بھی نہ رہا، پس ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ہو گیا کہ نہ خود منتفع ہوا اور نہ خدا راضی ہوا، اور یہ حرام اِس لیے ہے کہ حدیث میں ہے کہ: ”أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهِ“ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ”لَا يَحِلُّ“ اِس جگہ مرتبۂ حرمت میں مستعمل نہیں؛ لیکن اِس دعویٰ کی کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں۔

(دعواتِ عبدیت: ج ر ۱۴، ص ر ۳۳)

چندہ وصول کرنے کی شرائط

۱-اِسی موقع پر ایک اور امر جو کہ ہدیہ وصدقہ وغیرہ میں مشترک ہے سمجھ لینا چاہیے کہ ہدیہ، صدقہ، چندہ اور قرض وغیرہ حرام مال سے نہ ہونا چاہیے، اگر کوئی حرام مال سے دینا چاہے تو صاف انکار کردے۔

۲-دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ وسعت سے زیادہ نہ لے؛ چناں چہ رسول مقبول ﷺ نے کسی سے وسعت سے زیادہ نہیں لیا، سوائے اُن لوگوں کے جن پر حضور ﷺ کو پورا اطمینان تھا کہ اُن کی قوتِ توکل کامل ہے، جیسے: حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، کہ حضور ﷺ نے اُن کا کل سرمایہ قبول فرمالیا۔

۳-ایک شرط یہ کہ چندہ دینے والے کی طبیعت پر گرانی نہ ہو، یعنی اُن طریقے سے بچے جن میں دینے والے کی طبیعت پر بار پڑنے کا احتمال ہو؛ کیوں کہ حدیث میں ہے: ''لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهِ'' (دلی رضامندی کے بغیر کسی کا مال حلال نہیں)۔

۴-ایک شرط یہ کہ (چندہ لینے میں) اپنی ذلّت نہ ہو؛ کیوں کہ بعض طریقے ایسے بھی چندہ لینے کے ہیں کہ اُن میں دینے والے پر تو بار نہیں ہوتا؛ مگر لینے والا نظروں سے گر جاتا ہے، حدیث شریف میں جو سوال کی ممانعت آئی ہے وہ اِسی بنا پر ہے، اور اِسی وجہ سے جہاں نہ گرانی ہو اور نہ ذلّت ہو، وہاں حاجت کے وقت طلب کرنا درست ہے؛ چناں چہ حدیث میں ہے کہ: اگر مانگو تو صلحا سے مانگو یا بادشاہ سے مانگو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یا تو اہل اللہ سے مانگو یا بہت بڑے امیر سے مانگو۔ (تجارتِ آخرت)

دَورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چندہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چندہ آتا تھا، آپ بعض مواقع پر واپس کردیتے تھے، ہر ایک کا چندہ آپ نہ لیتے تھے، کسی چندہ جمع کرنے والے کو ایسا دیکھا ہے؟ حضرت آج کل تو مالِ حرام تک واپس نہیں کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واپس کرنے کی یہ وجہ ہوتی تھی کہ اُس شخص کو دینے کی گنجائش نہ ہوتی تھی؛ اِس لیے وہاں اِس بات کا اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید اُس شخص کو فی الحال گرانی ہو یا بعد میں دینے سے پچھتائے یا تکلیف اُٹھائے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سارا گھر لے لیا؛ کیوں کہ وہ صدیقِ اکبر بھی تھے، وہاں نہ طبع پر ناگواری کا شائبہ تھا نہ تکلیف سے متاثر ہونے کا؛ اِس لیے لے لیا؛ کیوں کہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر فنا ہوگئے تھے، غیریت بالکل اُٹھ گئی تھی، پھر اُن میں یہ احتمالات کس طرح ہوسکتے تھے۔

مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون کے متعلق

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد

جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے۔ جس کی تفصیل ضروری میرے مشفق مولوی عبداللہ صاحب کی ایک تحریر مسمّٰی بہ ظل صفہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔

میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور خدائے تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے وہ اُس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیتِ اخلاق واصلاحِ نفس ہے نہ بدلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی امید ہے۔



مرکز معارف حکیم الامت

کا قیام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی مرمت اور تجدید و توسیع کرانے کے بعد اس کو فی الحال حضرت تھانوی کے علوم و معارف کے مرکز کی حیثیت دی جا رہی ہے۔ مرکز معارف حکیم الامت کے مستقل قیام کے لئے حضرت تھانوی کے وقف کردہ تکیہ (باغ اشرف) سے متصل وسیع اراضی پر مرکز کی تعمیر کا ارادہ ہے جس میں حضرت تھانوی کی گراں قدر تصنیفات و تالیفات کو لائبریری کی شکل میں محفوظ کیا جائے گا، حضرت سے متعلق عربی، انگریزی، اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ہونے والے کاموں کو اکٹھا کئے جانے کا بھی عزم ہے، اس کے علاوہ یہاں حضرت حکیم الامت کی شخصیت پر کام کرنے والوں کے لئے قیام و طعام کی سہولتیں بھی فراہم ہوں گی۔

بفضلہ تعالیٰ نشر و اشاعت کا سلسلہ فی الحال حضرت کے مکان سے شروع کر دیا گیا ہے۔

سہ ماہی فیضان حکیم الامت کے علاوہ اب تک کئی کتب طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرکز کے جملہ تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی عافیت و سہولت سے تکمیل فرمائے اور اس نشر و اشاعت کے سلسلہ کو امت کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین

والسلام

Syed Huzaifa Najam Thanwi

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY

Moh. Ghair, Thana Bhawan- 247777, Distt. Shamli, U.P.

Mobile: 9568780000 | 9675780000

email: hakeemulummatacademy@gmail.com

MAULANA ASHRAF ALI THANVI FOUNDATION TRUST

A/c No.: 00311132000493 IFSC: PUNB0402300

Branch : PNB,Thanabhawan (Shamli) U.P.